نامور علماء وفضلاء اس کی خاک سے اٹھے ہیں، امام نسائی بھی اس خاک کے فرزند تھے۔ اس لیے آپ نے ابتدائی تعلیم خراسان کے اساطینِ فن سے حاصل کی۔

سماعِ حدیث کے لیے سفر:

آپ نے تحصیلِ علم کے سلسلہ میں حجاز، عراق، مصر، شام اور الجزائر کا سفر اختیار کیا، اور وہاں کے اربابِ کمال سے استفادہ کیا، امام صاحب خود بیان کرتے ہیں کہ:

"میں پندرہ سال کی عمر میں امام قتیبہ کی خدمت میں بغداد حاضر ہوا اور ان کی خدمت میں چودہ ماہ رہا۔" (تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۳۷، طبقات الشافعیہ ج ۲ ص ۸۴، البدایہ والنہایہ ج ۱۱ ص ۱۲۳ حسن المحاضرہ ج ۱ ص ۱۴۷)

اساتذہ وشیوخ:

امام نسائی کے اساتذہ وشیوخ کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ بعض مشہور شیوخ کے نام یہ ہیں:
امام قتیبہ بن سعید (م ۲۴۰ھ) امام اسحاق بن راہویہ (م ۲۳۸ھ) امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ (م ۲۵۶ھ) امام ابوداؤد سجستانی (م ۲۷۵ھ)۔

تلامذہ:

امام صاحب کے تلامذہ ومستفیدین کا حلقہ بھی بہت وسیع ہے۔ آپ کے تلامذہ میں دنیائے اسلام کے مختلف گوشوں کے آدمی ملتے ہیں، چند مشہور تلامذہ یہ ہیں:
آپ کے صاحبزادہ عبدالکریم، ابوبکر بن احمد بن محمد بن اسحاق ابن السنی (م ۳۶۳ھ)، حافظ ابوالقاسم حمزہ بن محمد بن علی کنانی (م ۳۵۷ھ) محمد بن قاسم الاندلسی (م ۳۲۸ھ) ابوعوانہ (م ۳۱۶ھ)، ابوجعفر طحاوی (م ۳۲۱ھ)۔

علمِ حدیث میں امتیاز:

علمِ حدیث کی تاریخ میں تیسری صدی ہجری کا زمانہ بڑی اہمیت اور خاص امتیاز رکھتا ہے۔ اس زمانہ میں ہر گھر میں علم حدیث کا چرچا تھا اور اسلامی ملکوں کا ہر بڑا شہر اس کا مرکز تھا۔ اس دور سے زیادہ بڑے محدثین اور کسی دور میں بھی نہیں پیدا ہوئے۔ امام نسائی بھی اسی دور کمال میں پیدا ہوئے تھے، اس لیے قدرتی طور پر ان کی توجہ کا مرکز علم حدیث ہی قرار پایا اور اس میں ان کو جو تبحر اور کمال حاصل ہوا وہ ان کے دوسرے معاصرین کے حصہ میں نہیں آیا۔ امام دارقطنی (م ۳۸۵ھ) کا بیان ہے کہ امام نسائی اپنے دور کے تمام علماء سے حدیث میں یکتا اور سب سے افضل وبرتر تھے۔

علمی مرتبہ :

حفظ و ثقاہت میں یکتا تھے، جرح و تعدیل کے ماہر تھے۔

اصل فن تو آپ کا علم حدیث تھا لیکن دوسرے علوم دینیہ میں بھی ان کو درک تھا۔ تفسیر، قراءت میں ان کو پوری دستگاہ حاصل تھی۔ فقہ اور فقہی احکام کے استنباط میں بھی ان کا پایہ نہایت بلند تھا۔

زہد، تقویٰ اور عبادت :

زہد، تقوائے میں یکتائے روزگار تھے۔ بڑے عبادت گزار، متبع سنت، اور صاحب ورع و تقویٰ تھے۔ ردِ بدعات اور احیائے سنت ان کی زندگی کا خاص مشن اور نصب العین تھا۔ صبر و رضا، ضبط و تحمل، شجاعت و بہادری، عزم و استقلال، کا پیکر تھے۔

علماء و معاصرین کا اعتراف :

آپ کے تبحر علمی اور جامعیت کا علمائے کرام نے اعتراف کیا ہے۔

مورخ ابن خلکان لکھتے ہیں :

" کان امام عصرہ فی الحدیث " (ابن خلکان)

" آپ امام الحدیث تھے "

امام دارقطنی فرماتے ہیں،

" ابوعبد الرحمٰن النسائی مقدم علی کل من یذکر بھذا العلم من اھل عصرہ " (تہذیب التہذیب)

" ابوعبدالرحمٰن نسائی اپنے زمانہ کے تمام محدثین سے (شیخین کے بعد) بلند اور اونچے تھے "

حافظ ابوعلی نیشاپوری فرماتے ہیں،

" ھو الامام فی الحدیث بلا مدافعت " (تہذیب التہذیب)

" وُہ بغیر کسی تقابل حدیث میں امامت کا درجہ رکھتے تھے "

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے تہذیب التہذیب، علامہ ذہبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ اور حافظ ابن کثیرؒ نے البدایہ والنہایہ میں بہت سے اہل علم کے اقوال نقل کیے ہیں، جنھوں نے امام نسائیؒ کی رفعت شان اور فضل و کمال کا اعتراف کیا ہے۔

وفات :

امام نسائی کی وفات بہت ہی مظلومانہ حالت میں ہوئی۔ آپ نے ایک کتاب تالیف کی، جس میں حضرت علی بن ابی طالبؓ اور اہل بیت کے مناقب اور حالات بیان کیے، انہوں نے چاہا کہ دمشق کی جامع مسجد میں اسے لوگوں کو سنائیں تاکہ بنوامیہ کی حکومت کے اثر سے حضرت علیؓ کے بارے میں جو غلط خیالات لوگوں میں پیدا ہو گئے ہیں وُہ دُور ہوں۔ چنانچہ ایک دن مسجد میں کتاب پڑھنی شروع کی۔ ابھی وُہ تھوڑا ہی حصہ پڑھ سکے تھے کہ ایک شخص نے دریافت کیا کہ "امیر معاویہؓ کے مناقب بھی آپ نے لکھے ہیں یا نہیں" ؟ امام صاحب نے جواب دیا "امیر معاویہؓ کی شخصیت اور اُن کی نجات سے انکار نہیں لیکن ان کے مناقب حضرت علیؓ کے مقابلہ میں اتنی اہمیت نہیں رکھتے کہ میں ان کو لکھوں" ! پھر کیا تھا، لوگ ان پر ٹوٹ پڑے اور اتنا مارا کہ اٹھنے کی سکت نہ رہی۔

ابھی جان باقی تھی کہ لوگ رملہ (بیت المقدس سے ۱۸ میل کے فاصلہ پر واقع ہے) لے گئے وہیں آپ نے ۱۳ صفر ۳۰۳ھ کو ۸۸ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ امام صاحب کی تدفین کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض اصحاب کا خیال ہے کہ رملہ ہی میں سپردِ خاک کئے گئے اور بعض مورخین لکھتے ہیں کہ مکہ معظمہ میں صفا اور مروہ کے درمیان ان کو دفن کیا گیا۔ واللہ اعلم!

تصنیفات :

امام صاحب نے مختلف موضوعات پر کتابیں لکھی ہیں۔ مگر یہاں آپ کی مشہور زمانہ کتاب سنن نسائی کا مختصر تعارف پیشِ خدمت ہے :

سنن کی تالیف :

امام نسائی کی تالیفات میں سنن کے نام سے ان کی دو کتابیں ہیں۔ سنن کبرٰی اور سنن صغرٰی۔ لیکن صحاح میں سنن صغرٰی شامل ہے۔ جس کا دوسرا نام المجتبٰی ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں ۔

کہ "جب امام صاحب نے سنن الکبرٰی تصنیف کی تو اس کو امیر رملہ کی خدمت میں پیش کیا۔ امیر نے دریافت کیا کہ اس میں سب احادیث صحیح ہیں؟ امام صاحب نے فرمایا، نہیں۔ اس پر امیر نے فرمائش کی۔ میرے لیے صرف صحیح روایات کو جمع کیجیے۔ تب امام صاحب نے سنن صغرٰی تصنیف کی۔" (بستان المحدثین ص ۱۲۳)

سنن نسائی کی اہمیت : کتب صحاح میں جو مقبولیت صحیحین کو حاصل ہوتی وُہ دوسری کتابوں کو

نہیں ہو سکتی اور عام طور پر سنن نسائی کو ابوداؤد اور ترمذی کے بعد جگہ دی گئی ہے۔ تاہم اس کا نام بھی ان دونوں کے ساتھ ساتھ لیا جاتا ہے۔ اس لیے قریب قریب یہ بھی ان کے ہم پایہ ہے اور اس کا صحاح میں شامل ہونا ہی اس کی اہمیت وعظمت کا ثبوت ہے۔

سنن نسائی کے محاسن وفضائل؛

سنن نسائی کی سب سے اہم خصوصیت اس کے شرائط ہیں جن کے متعلق کہا گیا ہے کہ؛

"امام نسائی کے شرائط امام بخاری ومسلم سے بھی سخت ہیں۔"

اور حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں؛

کہ "امام نسائی نے نہ صرف بعض ان رواۃ کو نظر انداز کر دیا ہے جن سے امام ابوداؤدؒ اور ترمذیؒ نے روایت کی ہے بلکہ امام بخاریؒ ومسلمؒ تک کے راویوں کی ایک جماعت سے حدیث کی تخریج میں اجتناب کیا ہے۔" (مقدمہ فتح الباری ص ۸)

حافظ ابوالحسن معافری (م ۴۰۳ھ) فرماتے ہیں؛

"جب تمام محدثین کی جمع کردہ حدیثوں پر نظر ڈالو گے تو جس حدیث کی امام نسائیؒ نے تخریج کی ہو گی وہ دوسروں کی روایت کردہ حدیث کی نسبت صحت سے زیادہ قریب ہو گی۔" (اسی لیے بعض مغاربہ صحیح بخاری پر اس کی ترجیح کے قائل ہیں)

محدث ابن الاحمر فرماتے ہیں؛

"یہ اس فن کی تمام مصنفات سے افضل ہے اور اسلام میں اس کے مانند کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔" (فتح المغیث ص ۳۳)

شروح وتعلیقات وحواشی:

سنن نسائی صحاح ستہ کا رکن عظیم ہے۔ مگر افسوس اس کے شروح وتعلیقات کی طرف وہ توجہ علماء نے نہیں کی جو دیگر کتب کی طرف کی گئی۔ ۶ صدیاں گزرنے کے بعد امام جلال الدین سیوطی (م ۹۱۱ھ) نے اس پر تعلیق لکھی۔ دوسری تعلیق یا حاشیہ امام محمد بن عبدالهادی سندھی (م ۱۱۳۸ھ) کا ہے۔ یہ حاشیہ امام سیوطی کی تعلیق سے زیادہ مفصل ہے۔ اس میں متن کے ضروری مقامات کا حل اور اعراب کی تحقیق اور الفاظ غریبہ کی تشریح کی گئی ہے۔ یہ دونوں حاشیے ۱۳۱۲ھ میں مصر سے شائع ہو چکے ہیں۔

التعلیقات السلفیہ: ۱۳۷۵ھ میں یعنی علامہ سندھی کے حاشیہ کے تقریباً ۲۳۷ سال بعد

برصغیر کے ممتاز، جید، محقق اور درویش عالم حضرت مولانا ابوالطیب محمد عطاء اللہ صاحب حنیف بھوجیانی دامت برکاتہم نے سنن نسائی کی شرح لکھی ہے۔ یہ شرح بہت سی خصوصیات کی حامل ہے اور اسلامی دنیا میں بھی اس کی شہرت پھیل کر مصنف موصوف کی علمی قابلیت کا لوہا منوا چکی ہے۔ یہ شرح درج ذیل خصوصیات کی حامل ہے۔

لہ مولانا محمد عطاء اللہ حنیف کی ذات کسی تعارف کی محتاج نہیں، آپ جماعت اہل حدیث کے ایک ممتاز عالم، بلند پایہ محقق، بہترین انشاپرداز، نامور صحافی، اور چوٹی کے اہل قلم ہیں، آپ کے علمی تبحر کے برصغیر کے ممتاز علماء معترف ہیں۔ مسائل کی تحقیق و تنقیح میں اپنا جواب نہیں رکھتے۔ برصغیر کے ممتاز علمائے کرام کا شرف تلمذ آپ کو حاصل ہے۔

مولانا عبدالجبار کھنڈیلوی، مولانا عطاء اللہ لکھوی، مولانا ابوسعید شرف الدین محدث دہلوی اور شیخ الحدیث مولانا حافظ محمد صاحب گوندلوی دامت برکاتہم آپ کے اساتذہ ہیں۔

قیام پاکستان سے قبل فیروز پور میں مقیم رہے تقسیم ملک کے بعد لاہور کو اپنا مسکن بنایا ہے۔ درس و تدریس میں خاص ملکہ ہے۔ دارالعلوم تعلیم الاسلام اوڈانوالہ، تقویۃ الاسلام لاہور اور جامعہ سلفیہ لاہور میں حدیث کے استاد رہے۔ المکتبۃ السلفیہ کے نام سے ایک اشاعتی ادارہ قائم کیا جس میں کئی علمی کتابیں شائع کر چکے ہیں!۔ حیات ابن تیمیہؒ از پروفیسر ابوزہرہ مصری، حیات امام احمد بن حنبلؒ اور حیات امام ابوحنیفہؒ پر آپ کے حواشی و تعلیقات شائع ہو چکے ہیں۔

تنقیح الرواۃ فی تخریج احادیث المشکوٰۃ از مولانا احمد حسن دہلوی و مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی کو دوبارہ ایڈٹ کیا ہے، یہ آپ کا بہت بڑا علمی شاہکار ہے۔

سنن ابوداؤد کا حاشیہ بھی فیض الودود کے نام سے لکھنا شروع کیا ہے مگر ابھی پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچا۔ مولانا احمد حسن دہلوی کی تفسیر احسن التفاسیر کی تخریج کر کے دوبارہ المکتبۃ السلفیہ کے زیر اہتمام شائع کی ہے۔

آپ کا کتب خانہ برصغیر کا ایک مثالی کتب خانہ ہے جس میں ہزاروں علمی نوادرات جمع کیے ہیں۔ ہفت روزہ الاعتصام کے ایڈیٹر ہیں۔ بہت سادہ طبیعت اور درویش صفت انسان ہیں مگر اس کے ساتھ مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی کے رکن اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن اور وفاقی مجلس شوریٰ کے رکن ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں اضافہ فرمائے تاکہ مزید علمی کارنامے سرانجام دے سکیں۔

(عبدالرشید عراقی)

۱۔ علامہ سندھی کا حاشیہ پورا درج کر دیا گیا ہے اور مناسب مقامات پر ضروری اضافے کیے گئے ہیں۔

۲۔ علامہ سیوطی کے حاشیہ کی پوری تلخیص کی گئی ہے۔

۳۔ ڈپٹی نذیر احمد مرحوم نے ۱۳۱۵ھ میں مطبع انصاری دہلی سے جو سنن نسائی شائع کی تھی اس کو اصل قرار دیا گیا ہے۔ اور اس کے حواشی (الحواشی الجدیدہ) کا اکثر و بیشتر حصہ اس میں آگیا ہے۔

۴۔ علامہ شیخ محدث یمانی (م ۱۳۲۷ھ) کا غیر مطبوعہ حاشیہ اس شرح میں پورے کا پورا دے دیا گیا ہے۔

۵۔ سنن نسائی کی تعلیم و تعلم میں جو اشکال پیش آتے تھے متعلقہ اسناد و متعلقہ تطبیق احادیث بہ ابواب التعلیقات السلفیہ میں ان کے حل کی طرف خاص توجہ دی گئی ہے۔

۶۔ اس شرح میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی (م ۱۱۷۲ھ) کے فوائد حدیثیہ کو خاص اہمیت دی گئی ہے۔

یہ علمی شرح اب تک تقریباً ۵ مرتبہ چھپ چکی ہے اور اسلامی دنیا میں بھی اس کی مانگ بہت زیادہ ہے۔

علمائے مصر نے بھی اس شرح کی تعریف و تحسین کی ہے اور حضرت مولانا دام مجدہٗ کے علمی تبحر کا اعتراف کیا ہے۔

(جاری ہے)

بقیہ حیات خضر صـ۳۷ سے آگے

سرو پا حکایات کو پھیلا کر اپنے عقائد کو تقویت دینا چاہتے ہیں۔

حیات خضر علیہ السلام کے باطل عقیدے کو اسلام دشمن طاقتوں اور استعماری قوتوں نے ہتھکنڈے کے طور پر استعمال کیا ہے۔ چنانچہ بعض کرایہ دار صوفیوں نے انھیں تقویت دینے کے لیے اعلان کیا کہ ہم نے حضرت خضر علیہ السلام کو سبز جھنڈا اٹھائے ہوئے دیکھا ہے جو فرانس کے اس لشکر کے آگے آگے جا رہے تھے۔ جس کا مقصد شمالی افریقہ کو فتح کرنا تھا۔ اس لیے اس لشکر کے ساتھ کوئی طاقت بھی پنجہ آزمائی نہیں کر سکتی۔ اور نہ ہی ان کے راستے میں کوئی قوت حائل ہو سکتی ہے۔ (جاری ہے)